اصل تصنیف:
حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ
ترجمہ واملا: مولانا عبیداللہ سندھیؒ

ترجمہ
خیر کثیر
(بقیہ)

دسواں خزانہ

جس پر تنبیہ کرنا ضروری ہے ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ صدر اول کی اصطلاح میں نسخ کا لفظ فقط ازالے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، عام ہے اس سے کہ وہ ازالہ علماء کے زوال کے سبب سے پیدا ہوا جیسے کہ نجوم اور رمل منسوخ ہوگئے۔ اس لیے کہ ان کے عالم نہیں رہے۔ یا قیاس باطل جو اٹھانے والا تھا جیسا کہ بحائر اور سوائب بوجاہیت یعنی قربانی پر قیاس کرنے سے قانون بنے، ان کے اٹھانے کو بھی نسخ کہا جاتا ہے۔ یا مدت حکم کی انتہا بیان کرنا مطلوب ہے۔ اور ہم اس کی حقیقت پہلے بتلا چکے ہیں۔ یا اس کا بیان ہے کہ مفہوم موافق یا مفہوم مخالف مراد نہیں۔ اور اسی طرح اور بھی معانی اس میں داخل ہیں۔ اکثر مفسرین چونکہ اس تحقیق کو نہیں پہنچ سکے، خبط میں پڑ گئے۔

یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ ارادہ اور مشیت کا لفظ جہاں کہیں قرآن میں آیا ہے اس سے مراد ہے رضاءِ الٰہی اور اسی طرح امر اور اذن کا لفظ بھی جہاں کہیں آیا ہے۔ فتدبر

جن کفار سے قرآن شریف میں مناظرہ کیا گیا ہے، دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم مشرکوں کی ہے، یہ اصنام کو عبادت میں، طلب حوائج میں، ذبح میں، دعا میں، ذکر میں، نذر میں

اور یمین میں اللہ کا شریک بناتے تھے۔ اور ان کی گمراہی کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے بزرگ بعض مقربین کو ملے۔ انسان اور فرشتے دونوں قسم کے مقربین سے انھیں اتصال پیدا ہوا۔ انھوں نے تاثیریں دیکھیں تو وہ سمجھے کہ وہ لوگ زندہ ہیں۔ ان کی تعظیم واجب ہے اور اللہ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا مگر ان کے واسطے سے، اس لیے وہ ان کی تعظیم کرتے تھے اور ان سے حوائج مانگتے تھے، یہ ان میں مشہور ہو گئے یہاں تک یہ مشرکین کی جماعت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے ہر طریقہ سے اللہ کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیا۔ ان کے دل میں یہ بات بھی آگئی کہ ان کو الوہیت اور خالقیت کا درجہ بھی دینے لگے۔ اور ان کو اس حسی امر نے زیادہ متحرک کر دیا کہ بڑے بڑے بادشاہ کا قرب نہیں ہوتا مگر چھوٹے بادشاہوں کے واسطے سے جو اس کے خلیفہ ہوتے ہیں اطراف عالم میں۔ ان کو ملوک کہا جاتا ہے اور بڑا بادشاہ ملک الملوک ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرتے تھے اور پہلے انبیاء کی بعثت کو مانتے تھے اور ان کا دعویٰ تھا ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کا اور اس بات کی اصل یہ تھی کہ وہ اسے بعید سمجھتے تھے کہ اللہ ایک ایسے آدمی سے بات کرے جو ہماری طرح کھاتا پیتا ہو۔ اور ان کے خیال میں اس میں کوئی بڑی بزرگی نہیں ہے۔ جاہل طبقہ کی عام عادت ہے کہ جب وہ ایک آدمی کو نہیں دیکھتے تو وہ اس کو پاک ماننے لگ جاتے ہیں اور جب اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی عادتوں کو سمجھتے ہیں تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اسی سبب سے وہ پہلے انبیاء کو تو مانتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے تھے۔ اور بعث اور جزا سے انکار کرتے تھے اور اس کی اصل یہ ہے کہ ان کی الفت اسی زمانے سے قائم ہو چکی ہے جب سے وہ اس کو دیکھتے ہیں اس طریقہ سے زمانہ چلا جاتا ہے اور وجود کا جو راز ہے وہ ان پر مخفی رہا تو انھوں نے اسی انتظام کو ہمیشہ کے لیے مان لیا اور اس کو بھی بعید سمجھتے تھے کہ اجزاء متفرقہ جب مٹی میں گئے تو ان سے پھر کیسے انسان بن سکتا ہے؟

انھوں نے بعض چیزوں کو حرام کر دیا تھا اور بعض کو حلال بنا دیا تھا جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اس کی اصل ہے عمرو بن لحی، اس نے سائبہ چھوڑے۔ اور جاہل لوگ

اپنے نفس پر بعض چیزیں واجب قرار دے لیتے ہیں بغیر کسی علم کے اور ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں دوسرے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ وہ دنیاوی زندگی میں کامیاب رہے۔ تو یہ پانچ مسئلے ہیں جن میں اللہ نے اپنی کتاب میں مشرکین سے مخاصمہ کیا ہے۔

دوسری قسم ان کفار کی اہلِ کتاب ہیں اور یہ لوگ اللہ کے لیے بیٹا ثابت کرتے تھے اور اس کی اصل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ایک ایسی خصوصیت ہے کہ دوسروں کے لیے نہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے اسے بلا کسی ظاہری سبب کے پیدا کیا اس لیے کہ اس کو دوست رکھتا تھا۔ اور اسی طرح عزیر علیہ السلام کے لیے ایک خصوصیت ہے، اس خصوصیت کو بیٹا ہونے سے تعبیر کرنے لگے اور ان کے بعد جو لوگ آئے وہ انھیں حقیقی بیٹا بتلانے لگے۔ پہلا (یعنی مجازاً بیٹا بنانا) جھوٹ ہے اس لیے کہ یا تو اسے مجاز کہیں گے یا نقل کہیں گے، اس میں تو کوئی جامعیت تو نہیں پائی جاتی، اور بے ادبی اور فسادِ مصلحت موجود ہے، تو دوسرا کیسے مانا جاسکتا ہے یعنی حقیقی بیٹا کہنا۔

اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرتے تھے اور اس پر چند چیزیں باعث بنیں۔ ایک یہ کہ وہ سمجھتے تھے کہ نبوت ہمیشہ انھیں میں رہے گی۔ اور ان میں سے ایک سبب بغاوت اور حسد بھی تھا۔ اور ایک سبب یہ تھا کہ تورات اور انجیل میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ عام الفاظ میں ہیں ان کو جزئیات سے منطبق بنانا آسان نہیں ہے خصوصاً جب کہ ان کے متقدم عالم ان کی تاویلیں غلط کر چکے ہیں۔ اور وہ کتاب میں بھی تحریف کرتے تھے۔ اور یہ دو طریقوں پر تھی۔ یا تو وہ کتاب کی تاویل اس کے مخالف کر لیتے تھے اس کی اصلاح اڑ جاتی اور پھر تاویلِ فاسد کو لکھ لیتے اور ترجمہ کو ہی تورات اور انجیل کہنے لگتے۔ اور یا ایک قیاسِ فاسد پیدا کرتے یا ایک غلط بات استنباط کرتے تو ان کو تورات میں حکم اللہ کہتے۔ یہ تین مسئلے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے ساتھ مخاصمہ ذکر فرمایا ہے۔ یہ ان کی اصل رَد ہے اور یہی محلِ نزاع ہے۔

تفسیر کے احکام

یہ جان لو کہ تفسیر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تفسیر تو اہلِ ظاہر کے حصے میں آئی، اور

ایک تفسیر علماء ربانی کے حصے میں آئی۔ تو پہلی قسم یہ ہے کہ ایک انسان عربی علوم جمع کرچکا ہو اور حدیث پڑھتی ہو اس کے لیے استنباط کا ملکہ حاصل ہوگیا تو وہ اس کے زور سے کلام کے موارد میں تصرف کرتا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کے لیے عصمت اور حکمت اور وجاہت اس لیے حاصل ہوجائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پورا بجالاتا ہے تو وہ حقائق الہیات اور معادیات وغیرہ کو محیط ہو، آیات کریمہ کے منشأ کو پہچاننے والا ہو تو اپنی بصیرت کی روشنی سے یہ بات سمجھ جائے کہ کون کون آیات کس موقع سے صادر ہوئی ہیں۔ یہ ہے قرآن کے ساتھ ایمان کامل اور یہیں تک تصدیق ختم ہوجاتی ہے۔

حدیث کے اقسام

حدیث کا جاننا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک ہے اہل ظاہر کا جاننا یہ تو علم رواۃ اور لغت پر موقوف ہے اور دوسرا ہے حکماء کا جاننا یہ ہے حقیقت تشریع اور علم کو سمجھنے سے۔ علم ایک ایسی چیز نہیں ہے جو گزر گیا اور ختم ہوگیا بلکہ اللہ کے نزدیک ازلی و ابدی ہے۔ جو وہاں تک پہنچا اس کے لیے فوز کبیر ہے۔

قیاس کے اقسام

قیاس بھی دو قسم ہے۔ ایک ہے قیاس اہل نظر کا وہ تو ہے علت شناسی اور مقیس کو مقیس علیہ کے ساتھ تطبیق دینا۔ دوسرا ہے قیاس اہل الحکمۃ کا، تو وہ اس سے بلند ہے کہ اذہان مشہورہ اس کا تصور کرسکیں۔

ممکن ہے کسی وقت ہم ان علوم کو ایک علحدہ رسالہ کی شکل میں ذکر کردیں — انشاء اللہ تعالیٰ، بیدہ الخیر۔

حقائقِ حروف

فنونِ حکمت میں سے ایک فن، فنِ حروف ھے۔

الف: خاص غیب ہے لابشرط شی کے درجہ پر۔

ب: لزوم ہے جسمانیت والا۔

ت : اس کی تتمیم ہوتی ہے غالباً اور اس کا معنی تمثل ہے جسمانی غیر متعین الحقیقہ۔
ث : یہ تا کا ایک بدل ہے غالباً اور اس کا معنی بھی تا کی طرح ہے مگر یہ اس سے لطیف ہے۔
ج : اس کا معنی ہے وہ ملاحظہ خلط جس کی ماہیتیں چمکدار نہ ہوں۔
ح : غیب ہے بشرط الشئ۔
خ : وہ حا کی طرح ہے۔ اس میں لزوم اور تخلیط کے معنیٰ بڑھ جاتے ہیں۔
د : ایسا لزوم ہے جس میں انفکاک نہ ہو۔
ذ : دال کی مثل ہے مگر اس سے ذرا لطیف ہے موہومی۔
ر : ظہور ہے متردد یعنی ایک دفعہ ظاہر ہوتا ہے، دوسری دفعہ باطن (ہوتا ہے)۔ یا اس سے صادر ہوتے ہیں دو اثر ظاہر اور باطن۔
ز : وہی جیم ہے مگر اس میں لطافت ہے اور لزوم کے معنیٰ کی طرف اشارہ ہے۔
س : ایک موہوم یا موجود چیز کا سریان کرنا۔
ش : انطباق اور شمول ہے۔
ص : بلندی سے واپس آنے والی۔
ض : ایک صورت کا اپنے سے ناقص درجہ پر فاسد ہونا۔
ط : غیب ہے بشرط لا۔
ظ : یہ ظہور ہے نہ چمکنے والا اور اس میں لطافت ہے۔
ع : یہ وہی حا ہے مگر اس میں روشنی اور شعشعیت ہے۔
غ : یہ مکدر چیز ہے۔
ف : اس کے معنی تا کی طرح ہیں۔
ق : سخت پتھر بننا اور قوت کے لیے استعارہ آتا ہے۔
ک : یہ قاف سے اضعف ہے اور خفیف ہے۔
ل : یہ ابہام کے بعد تعین کا نام ہے۔

م : یہ کامل جسمانیت کا نام ہے ۔

ن : نور اور روشنی کا نام ہے، اور کبھی واو اور کبھی میم کی طرح ہوتا ہے۔ اور کبھی یا کی طرح ۔

ہ : عالم تخلیط کا غیب ۔

ی : ظہور اور خفا میں تردّد ۔

جان لو کہ ہمزہ اور ہا ایک چیز ہے مگر ہاء زیادہ تخلیط کرتی ہے اور حاء اور عین ایک چیز ہے مگر عین میں زیادہ روشنی ہے ۔ اور خا اور عین ایک چیز ہے مگر عین میں زیادہ روشنی ہے اور خاء اور غین ایک چیز ہیں مگر یہ کہ خا میں لزوم زیادہ ہے اور غین میں تغلیظ زیادہ ہے ۔ قاف اور کاف ایک ہیں مگر کاف خفیف ہے ۔ لام اور راء ایک ہیں مگر لام تنزل میں نیچے آیا اس لیے معین ہوگیا اور راء اس سے ذرا اونچا ہے اس لیے متردد ہوگیا ۔

دال اور تاء ایک ہیں مگر دال میں لزوم زیادہ ہے اور فصاحت بھی ہے اور تاء مبہم ہے جیم اور زاء ایک ہیں مگر زاء میں لطافت زیادہ ہے ۔

اب ہم چند لفظ اس مذاق پر تنبیہ کے لیے لکھتے ہیں :-

ال : اس کے معنی ایک غیب ہے کہ متعین ہوگیا ۔ اس لیے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اسم اعظم ال ہے ۔

بل : اس متعین سے پہلے جو کچھ ہے اس سے مل گیا ۔

ھل : منکر ہے اس کا تعین مطلوب ہے ۔

اِی : غیب کی بات ہے متردد اس میں جنس معلوم ہے اور تعین نہیں ہے ۔

ذا : ایک ایسی چیز ہے کہ مبہم الذات ہے۔ اس کا غیب اشارہ سے متعین کر دیا گیا ۔ اس کو بعد میں کھولا جائے گا

سَرَی . سَارَ . سَرَّ . سَبَحَ . سَاحَ : ان سب میں روانی کے معنی ہیں ۔

ضَلَّ . ضَارَ . ضَجَرَ . ضَحْلَهُ : یہ ساری چیزیں فساد کی خبر دیتی ہیں اور کبھی ضرر کی ...

لے لیا جاتا ہے کیفیت صوریہ کے بیان میں - پس کہا جائے گا "اذینش" ایسی چیز کے لیے کہ لازم ہو، اس کے انفکاک میں تردد ہو اور وہ کیفیات صورت میں سے ہے۔ اور "اخضر" کہا جائے گا اس تخلیط کو جو کیفیات صورت میں سے ہو۔

طود ۔ طور ۔ طغی ۔ طاف ۔ طائر : ان سب میں بُعد ہے، تقدس ہے، کمال غیبی ہے کہ تعمق اور ادراک کے ساتھ سرہابن کرچکی ہے۔ وحی غیبی ہے، سری ہے اس کا اثر ظاہر ہو چکا ہے اور اس کا ایک اثر باطن میں بھی ہے۔

الجدّ ۔ الودّ ۔ الردّ ۔ والمدّ : سب لزوم کے لیے ہیں۔

صدف ۔ صلح ۔ صاد ۔ صبر : سب عود کے لیے ہیں یا اکیلا یا رفیقوں کے ساتھ اور علم ہے روشنی کا جو متعین ہو گیا ہے جسمیت کے ساتھ لزوم کی وجہ سے۔

محض ۔ محص : سب اس جسمانی چیز کے لیے ہیں جو غیب کی طرف منتقل ہو۔

نور ۔ نار ۔ نهار ۔ نهر : سب روشنی کے لیے ہیں یا روشن چیز کے لیے ہیں۔

طمع ۔ لمع ۔ عین ۔ عنا : یہ سب چمکنے کے لیے ہیں۔

قر ۔ وحق : یہ سب ثبوت کے لیے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حروف کا علم ایسا نہیں ہے جو ضمن کلام استطرادی میں اس کا احاطہ ممکن ہو۔ اللہ توفیق دینے والا ہے اور میں اسے واضح کرتا ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔

وَمِنْ اِحْسَانِ رَبِّیْ صِرْتُ بَحْرًا ۔۔۔ وَکَانَ الْحَقُّ وَانْکَشَفَ الْغِطَاءُ

اور میں اپنے پروردگار کے احسان سے بحر ہو گیا۔ اور حق عیاں ہوا اور پردہ اٹھ گیا

لِسَانِیْ صَارِمٌ لَا عَیْبَ فِیْہِ ۔۔۔ وَبَحْرِیْ لَا تُکَدِّرُہُ الدِّلَاءُ

میری زبان سیف صارم ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اور میرے علم کا دریا صاف ہے کہ ڈول ڈالنا اس کو مکدر نہیں کرتا۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الَّذِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ بِلَا اسْتِحْقَاقٍ مِنِّیْ ۔ فَلَكَ الْحَمْدُ ۔

وصیّت :- میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے قرب حاصل کرنے میں ہمت

سے لیا جاتا ہے کیفیت صوریہ کے بیان میں۔ پس کہا جائے گا "اذین" ایسی چیز کے لیے کہ لازم ہو، اس کے انفکاک میں تردد ہو اور وہ کیفیات صورت میں سے ہے۔ اور "اخضر" کہا جائے گا اس تخلیا کو جو کیفیات صورت میں سے ہو۔

طود۔ طور۔ طغی۔ طاف۔ طار: ان سب میں بُعد ہے، تقدس ہے، کسی غیبی ہے کہ تعمق اور ادراک کے ساتھ سریان کر چکی ہے۔ وحی غیبی ہے، سری ہے اس کا اثر ظاہر ہو چکا ہے اور اس کا ایک اثر باطن میں بھی ہے۔

الجدّ۔ الودّ۔ الردّ۔ والمدّ: سب لزوم کے لیے ہیں۔

صدف۔ صلح۔ صاد۔ صبر: سب عود کے لیے ہیں یا اکیلا یا رفیقوں کے ساتھ اور علم سے روشنی کا جو متعین ہو گیا ہے جسمیت کے ساتھ لزوم کی وجہ سے۔

محض۔ محص: سب اس جسمانی چیز کے لیے ہیں جو غیب کی طرف منتقل ہو۔

نور۔ نار۔ نہار۔ نہر: سب روشنی کے لیے ہیں یا روشن چیز کے لیے ہیں۔

طمع۔ لمع۔ عین۔ عنا: یہ سب چمکنے کے لیے ہیں۔

قر۔ و حق: یہ سب ثبوت کے لیے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حروف کا علم ایسا نہیں ہے جو ضمن کلام استطرادی میں اس کا احاطہ ممکن ہو۔ اللہ توفیق دینے والا ہے اور میں اسے واضح کرتا ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔

وَمِنْ اِحْسَانِ رَبِّیْ صِرْتُ بَحْرًا وَکَانَ الْحَقُّ وَانْکَشَفَ الْغِطَاءُ

اور میں اپنے پروردگار کے احسان سے بحر ہو گیا۔ اور حق عیاں ہوا اور پردہ اُٹھ گیا۔

لِسَانِیْ صَارِمٌ لَا عَیْبَ فِیْہِ وَبَحْرِیْ لَا تُکَدِّرُہُ الدِّلَاءُ

میری زبان سیف صارم ہے کہ جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اور میرے علم کا دریا صاف ہے کہ ڈول ڈالنا اس کو مکدر نہیں کرتا۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الَّذِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ بِلَا اسْتِحْقَاقٍ مِنِّیْ ۔ فَلَکَ الْحَمْدُ ۔

وصیّت :- میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے قرب حاصل کرنے میں ہمت